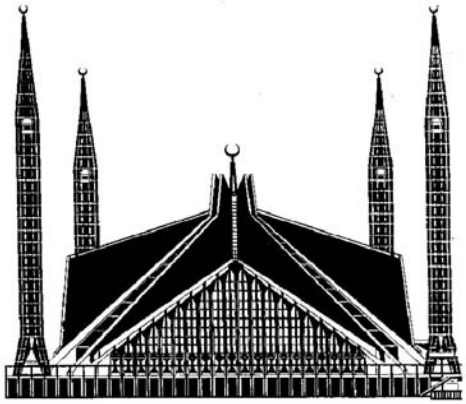

خطبہ جمعۃ المبارک

فیصل مسجد اسلامک سنٹر

دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، پوسٹ بکس نمبر 1485، اسلام آباد

خطبۂ جمعہ: ۴۶، مؤرخہ ۲۶/ستمبر ۲۰۱۴ء، ۳۰ ذیقعد ۱۴۳۵ھ

زندگی کے ہر شعبہ میں
پورے اسلام کو اپنانے کی تلقین

اس دنیا میں انسان کی ساری آزمائش صرف اس بات کی ہے کہ وہ حقیقت کو بغیر دیکھے مانتا ہے یا نہیں اور ماننے کے بعد اتنی اخلاقی طاقت رکھتا ہے کہ نافرمانی کا اختیار رکھنے کے باوجود فرمان برداری اختیار کرے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیاءؑ کی بعثت میں کتابوں کی تنزیل میں، حتیٰ کہ معجزات تک میں عقل کے امتحان اور اخلاقی قوت کی آزمائش کا ضرور لحاظ رکھا ہے اور کبھی حقیقت کو اس طرح بے پردہ نہیں کردیا کہ آدمی کے لیے مانے بغیر چارہ نہ رہے کیونکہ اس کے بعد تو آزمائش بالکل بے معنی ہوجاتی ہے اور امتحان میں کامیابی و ناکامی کا کوئی مفہوم ہی باقی نہیں رہتا۔ اس بیان پر یہاں فرمایا جارہا ہے کہ اس وقت کا انتظار نہ کرو، جب اللہ اوراس کی سلطنت کے کارکن فرشتے خود سامنے آجائیں گے کیونکہ پھر تو فیصلہ ہی کرڈالا جائے گا۔ ایمان لانے اور اطاعت میں سر جھکادینے کی ساری قدر وقیمت اسی وقت تک ہے، جب تک حقیقت تمہارے حواس سے پوشیدہ ہے اور تم محض دلیل سے اس کو تسلیم کرکے اپنی دانش مندی کا اور محض فہمائش سے اس کی پیروی و اطاعت اختیار کرکے اپنی اخلاقی اطاعت کا ثبوت دیتے ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زندگی کے ہر شعبہ میں پورے اسلام کو اپنانے کی تلقین

سورۃُ البقرۃ ۲، آیت ۲۰۸۔۲۱۰، پارہ ۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي
السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۲۰۸

اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ
الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ۲۰۹

جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں اگر ان کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پہ غالب اور حکیم و داناہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ
فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ
وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ۲۱۰

کیا وہ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چتر لگائے، فرشتوں کے پرے ساتھ لیے خود سامنے آموجود ہو اور فیصلہ ہی کر ڈالا جائے؟ آخر کار سارے معاملات پیش تو اللہ ہی کے حضور ہونے والے ہیں۔

اھم الفاظ

۱:	سِلْمٌ	اطاعت و فرمانبرداری۔ اسلام
۲:	كَآفَّةٌ	سب کے سب۔ پورے کے پورے
۳:	خُطُوٰتٌ	قدم
۴:	زَلَلْتُمْ	تم پھسلے۔ تم نے لغزش کھائی
۵:	ظُلَلٌ	سائبان۔ چتر
۶:	قُضِیَ	فیصلہ ہی کر ڈالا جائے۔ کام تمام کر دیا جائے

احادیث مبارکہ ﷺ

عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال الاسلام ان تعبدا للہ لاتشرک بہ شیئا و تقیم الصلوٰۃ وتوتی الزکوٰۃ وتصوم رمضان و تج البیت، والامر بالمعروف والنھی عن المنکر وتسلیمک علی اھلک فمن انتقص شیئا منھن فھو سھم من الاسلام یدعہ، ومن ترکھن کلھن فقد ولی الاسلام ظھرہ۔

(رواہ الحاکم فی المستدرک بحوالہ ترجمان السنۃ ج۲ باب من ترک خصلۃ من خصال الاسلام نقص ایمانہ)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام یہ ہے کہ تم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو، بھلی بات بتایا کرو، بری بات سے روکا کرو، (گھر میں آکر) گھر والوں کو سلام کیا کرو، جو شخص ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں کرتا وہ اسلام کا ایک جزء ناقص کرتا ہے (اسلام کا ایک حصہ کم کر دیتا ہے) اور جو ان سب ہی کو چھوڑ دے اس نے تو اسلام سے اپنی پشت ہی پھیر لی“۔

عن السدوسی یعنی ابن الخصاصیۃ قال اتیت رسول اللہ ﷺ لابایعہ فاشترط علی شھادۃ ان لاالٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وان اقیم الصلوٰۃ وان اودی الزکوٰۃ وأن احج

حجة الاسلام، وان اصوم شهر رمضان وان اجاهد فی سبیل الله فقلت یا رسو ل الله اما اثنتان فو الله ماا طیقها الجهاد والصدقة۔ فانهم زعموا ان من ولی الدبر فقد باء بغضب من الله فاخاف ان حضرت تلک جشعت نفسی وکرهت الموت، والصدقة، فوالله مالی الا غنیمة وعشر ذود، هن رسل اهلی وحمولتهم، قال فقبض رسول الله ﷺ یده ثم حرک یده ثم قال فلا جهاد ولا صدقة فلم تدخل الجنة اذاً ، قال قلت یا رسول الله انا ابایعک، قال فبایعت علیهن کلهن

(ترجمان السنة ج۲)

سدُوسیؓ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں (دین اسلام کی) بیعت کے لیے حاضر ہوا۔ آپؐ نے یہ شرط لگائی کہ میں گواہی دوں کہ کوئی معبود نہیں مگر ایک اللہ اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس بات کی کہ نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ ادا کروں گا، اسلامی طریقہ پر حج کروں گا، ماہ رمضان کے روزے رکھا کروں گا اوراللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کروں گا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ) ان دو باتوں کی تو مجھ میں ہمت نہیں یعنی ایک جہاد کی اور دوسرے صدقہ کی (جہاد کی تو اس وجہ سے) کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص جہاد میں بھاگ جائے اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹ پڑتا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں جہاد میں شریک ہوں تو میرا نفس کہیں بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے اور موت سے ڈر نہ جائے۔ رہا صدقہ تو اس کا معاملہ یہ ہے کہ بخدا میرے پاس صرف چند بکریاں اور

دس اونٹ ہیں، انہی کے دودھ پر میرے بچوں کی گزر ان ہے اور وہی ہم لوگوں کی سواریاں بھی ہیں۔ رواى کہتاہے کہ میری یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، پھر اپنے ہاتھ کو ہلاتے ہوئے فرمایا(واہ) جہاد بھی نہیں اور صدقہ بھی نہیں! تو پھر جنت میں کیسے جاؤگے ؟راوی بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کا یہ ارشاد سن کر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اچھاتو پھر میں ان سب شرائط ہی پر آپؐ سے بیعت کرلیتاہوں اور پھر میں نے ان سب باتوں پر آپ سے بیعت کرلی۔

آیات کا تعارف

ان آیات کے مضمون کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے ان کے زمانہ نزول کے حالات کا جاننا ضروری ہے۔ سورۃ البقرہ(جو کہ مدنی سورہ ہے) اس کا یہ آخری نصف حصہ جس میں یہ آیات شامل ہیں، جس دور میں نازل ہوا اس وقت ہجرت کے بعد اسلام اور کفر کی کشمکش ایک نئے مرحلے میں داخل ہوچکی تھی۔ یہ دعوت حق کا تیسرا اور فیصلہ کن مرحلہ تھا(دعوت کے دو ابتدائی مراحل مکہ مکرمہ میں طے ہوچکے تھے)، امت مسلمہ ایک باقاعدہ ریاست کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب ہوچکی تھی، پرانی جاہلیت کے علم برداروں سے مسلح مقابلہ کا آغاز بھی ہوچکا تھا۔ اس دور میں پچھے انبیاء علیہم السلام کی امتوں یہود و نصاریٰ سے بھی سابقہ پیش آرہا تھا اور خود امت مسلمہ کے اندرونی نظام میں منافق گھس آئے تھے، ان سے نمٹنا پڑرہا تھا۔ اس مرحلے کی بھی مختلف منزلیں تھیں اور ہر مرحلے میں اس دعوتی تحریک کی مخصوص ضرورتیں تھیں۔ اس ضرورتوں کے مطابق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ پر قرآن کریم کی آیات کا نزول ہورہا تھا جن کا انداز کبھی آتشیں خطابت کا،

کبھی شاہانہ فرامین واحکام کا، کبھی معلمانہ درس و تعلیم کا اور کبھی مصلحانہ افہام و تفہیم کا ہوتا تھا۔ ان آیات میں دیگر باتوں کے علاوہ اہل ایمان کے اس منظم گروہ کو یہ بتایا جارہا تھا کہ دنیا میں وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خلافت کے فرائض انجام دینے کے لیے اپنے آپ کو کس طرح تیار کرے۔ ان آیات کے ذریعے سے ایک طرف مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کی جاتی تھی، ان کی کمزوریوں پر تنبیہ کی جاتی اور ان کو جان ومال سے جہاد کرنے پر ابھارا جاتا تھا، ان کو شکست اور فتح، راحت و بدحالی اور خوشحالی، امن وخوف ہر حال میں مناسب اخلاقیات کا درس دیا جاتا تھا اور دوسری طرف ان لوگوں کو جو دائرہ ایمان سے باہر تھے، یعنی اہل کتاب، منافقین، کفارومشرکین ان سب کو بھی ان کی مختلف حالتوں کے لحاظ سے سمجھانے، نرمی سے دعوت دینے، سختی سے ملامت کرنے، اللہ عزیز وحکیم کے عذاب سے ڈرانے اور سبق آموز واقعات و حالات سے عبرت دلانے کی کوشش کی جاتی تھی تاکہ ان پر حجت تمام کردی جائے۔ (مقدمہ تفسیر تفہیم القرآن ج اول۔ مدنی سورتوں کا پس منظر ص ۲۴، ۲۵)

زمانہ نزول کے اس پس منظر میں ان آیات کے مضمون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت حق کے علمبرداروں کو ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ ہدایات دی ہیں:

۱: ایمان کی برکتیں اور سعادتیں حاصل کرنے کے لیے یہی کافی نہیں ہے کہ تم اسلام کے دائرہ میں آجاؤ بلکہ چاہیے کہ پوری طرح آجاؤ یعنی اعتقاد و عمل کے ہر گوشہ میں ایمان کی روح تمہارے اندر پیدا ہوجائے اور از سرتاپا پیکر ایمان ہوجا۔ (آیت ۲۰۸)

۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہدایت ظاہر ہوچکی ہے اور وہ سب کچھ تمہیں بتلایا جاچکا ہے جس کی راہِ ہدایت اختیار کرنے کے لیے ضرورت تھی۔ اس کے بعد اگر تم نے ٹھوکر کھائی

اور راہِ ہدایت پر قائم نہ رہے تو یہ نعمت الٰہی کو محرومی سے بدل دینا ہو گا۔(آیت۲۰۹)

۳: اگر ایک گروہ کے ایمان و یقین کے لیے کلام الٰہی کی ہدایت کافی نہیں تو پھر اس کے بعد یہ رہ گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے سامنے آکر اپنی زبان سے کہہ دے کہ میں تمہارا رب ہوں، مجھ پر ایمان لاؤ، لیکن کبھی نہ ایسا ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے (آیت ۲۱۰)۔(تفسیر ترجمان القرآن/۱)

تشریح

اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی کامل اطاعت کی تلقین

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۰۸

اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اوپر اہل ایمان کے سامنے انسانی کردار کے دو نمونے (دنیا پرستی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضاجوئی) پیش کرنے کے بعد اب ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت میں پورے پورے داخل ہو جانے کی تلقین کی جارہی ہے، اس لیے کہ یہی روش ان کے شایانِ شان ہے اور دین حق پر ایمان لے آنے کا تقاضا بھی یہی ہے۔ بالفاظ دیگر ان کو یہ نصیحت کی جارہی ہے کہ وہ دین کے معاملے میں اخنس بن شریق جیسے منافقین کا سارویہ اختیار نہ کریں بلکہ حضرت صہیبؓ رومی کا اسوۂ حسنہ اختیار کریں۔

ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً (تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ) یعنی کسی استثناء اور تحفظ کے بغیر اپنی پوری زندگی کو اسلام کے تحت لے آؤ۔ تمہارے خیالات، تمہارے

نظریات، تمہارے علوم، تمہارے طور طریقے، تمہارے معاملات اور تمہاری سعی و عمل کے راستے سب کے سب بالکل تابع اسلام ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی زندگی کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے بعض حصوں میں اسلام کی پیروی کرو اور بعض کو اس کی پیروی سے مستثنیٰ کرلو۔ (تفہیم القرآن/۱)

سلم کا لفظی مفہوم

سِلْمَ اور سَلَم دونوں قراءتیں معروف ہیں۔ دونوں کے معنی سر تسلیم خم کرنا، غیر مشروط اطاعت اختیار کرلینا ہے۔ یہاں اس سے مراد اسلام ہے اس لیے کہ اسلام کی اصل حقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی ہے۔ یہ لفظ ”حرب“ کا ضد بھی آتا ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی صلح وامن کے ہوتے ہیں۔ اس مفہوم میں بھی اسلام کی روح موجود ہے، اس لیے کہ صلح وامن کی اصل راہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی ہے—— كَآفَّةً کے معنی جمیعاً کے ہیں۔ یعنی پورے کے پورے اور سب کے سب۔

یہ آیت ہمیں اسلام کے مزاج سے آگاہ کررہی ہے کہ یہ دین مکمل ضابطۂ حیات اور دستور زندگی ہے اس کے اپنے عقائد، اس کا اپنا دیوانی و فوجداری قانون، سیاسیات و معاشیات کے متعلق اس کے اپنے نظریات ہیں۔ یہ انسان کے ذہنی، مادی اور روحانی ترقی کا ضامن ہے لیکن اس کی برکتیں تب ہی رونما ہو سکتی ہیں جب اسے ماننے والے اسے پورا پورا اپنالیں اور اس کے ضابطوں پر پوری طرح عمل پیرا ہو جائیں۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل ایمان کو تلقین فرمائی ہے کہ وہ اس دین کو پورے کا پورا قبول کرلیں اس کا کوئی گوشہ ترک نہ ہو اور ملت اسلامیہ کا کوئی فرد اس کو کامل طور پر اپنانے سے گریز نہ کرے۔ كَآفَّةً کا

لفظ دونوں باتوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن/۱)

ایمان سے محرومی، سلامتی سے محرومی

یہ آیت اہل ایمان کو دعوت دیتی ہے کہ وہ سلم (سلامتی و اطاعت) میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ اپنے پورے وجود کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس طرح حوالے کر دیں کہ اس میں سے ان کے لیے کچھ نہ رہے اور ان کی ذلت میں سے ان کے لیے کچھ نہ بچے، سب کچھ اطاعت اور تسلیم و انقیاد کے ساتھ اللہ کا ہو جائے۔

اس سلامتی کے مفہوم کا وہ لوگ پوری طرح ادراک نہیں کر سکتے جو مختلف زمانوں میں اسلام کے معاشرتی نظام سے ناآشنا رہے یا جاننے کے بعد اس سے ناآشنا ہو گئے اور مختلف ناموں سے جاہلیت کی طرف پلٹ گئے، یہ جاہلی معاشرے اور ان کے افراد کس طرح حیرت و اضطراب سے دو چار ہیں، حقیقت یہ ہے کہ تمام مادی خوشحالیوں، تمدنی ترقیوں اور گمراہ جاہلیت کہ جس کے پیمانے گڑ بڑ ہو چکے ہیں، عرف میں ترقی کے تمام اسباب کی فراہمی کے باوجود یہ سماج بد بختی اور حیرانی و سرگردانی کا شکار ہیں۔

ہمارے لیے ایک مثال کافی ہے اور وہ سویڈن کی ہے جو دنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ممالک میں سے ایک مغربی ملک ہے۔ اس کے باشندوں کی آمدنی کا اوسط پانچ سو پونڈ سالانہ ہے۔ ہر باشندہ کے لیے صحت کی ضمانت (انشورنس) ہے۔ بیمار پڑنے پر علاج کے لیے نقد رقوم ملتی ہیں اور ہسپتالوں میں مفت علاج ہوتا ہے۔ تعلیم نیچے سے اوپر تمام مراحل میں مفت ہے۔ تعلیم میں فوقیت حاصل کرنے والے طلبہ کو کپڑوں اور رقوم سے مدد کی جاتی ہے۔ شادی کرنے پر گھر کی زیبائش کے لیے حکومت تقریباً تین سو پونڈ اعانت کرتی ہے اور اسی طرح دوسری مادی فارغ البالیاں اور تمدنی خوش حالیاں۔۔۔ لیکن اس

مادی و تمدنی خوشحالی و ترقی اور دلوں کے ایمان باللہ سے خالی ہونے کے پس پردہ کیا ہے؟

اس قوم کو فنا کا خطرہ درپیش ہے۔ جنسی انارکی کے نتیجہ میں سویڈن کی آبادی مسلسل کم ہوتی چلی جارہی ہے۔ ہر چھ شادیوں میں سے اوسطاً ایک شادی طلاق پر منتج ہوتی ہے اور یہ نتیجہ ہے خواہشات و شمولیت کی کھلی ہوئی چھوٹ، فتنہ و فساد کے عموم اور اختلاط مرد و زن کی آزادی کا۔ نوجوان نسل کرپٹ ہے اور مسکرات و مخدرات (نشہ آور سکون بخش چیزوں) کی بری طرح عادی ہے۔ نشے کی یہ ریت اس خلا کو پر کرنے کے لیے ہے جو روح کے ایمان سے خالی ہونے اور عقیدے کا اطمینان دلوں کو نہ ملنے سے پیدا ہوا ہے۔ دماغی اور اعصابی امراض اور ہر طرح کے عدم توازن اور کج روی نے ہزارہا افراد، اعصاب اور ارواح کو شکار کر رکھا ہے اور اس سب کے نتیجہ میں خودکشیوں کی بھرمار ہے۔۔۔ کچھ ایسا ہی حال امریکہ کا اور روس کا حال تو اس سے بھی بدتر ہے۔۔۔

یہ بدبختی و شقاوت ہر اس قلب کے لیے مقدر ہے جو ایمان کی لذت اور عقیدے کی طمانیت سے محروم ہو۔ وہ اس سلم (سلامتی) کا جس کی طرف اہل ایمان کو دعوت دی گئی ہے (کا مزہ نہیں پاسکتا) تاکہ وہ اس میں پورے کے پورے داخل ہوجائیں اور امن، راحت اور سکون و قرار سے بہرہ اندوز ہوں۔

آیت کا خطاب منافقین سے بھی ہے

اس آیت کا خطاب اگرچہ الفاظ کے لحاظ سے عام یعنی تمام مسلمانوں سے ہے لیکن قرینہ دلیل ہے کہ روئے سخن ان منافقین کی طرف بھی ہے جس کا ذکر اوپر کی آیات میں ہوا ہے۔ ان سے خطاب کرکے یہ کہا جارہا ہے کہ سچے اور پکے اہل ایمان کی طرح تم بھی اللہ و رسول کی اطاعت میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ۔ اس ہدایت کی وجہ یہ ہے کہ ان

منافقین کی وفاداری تقسیم تھی۔ یہ ایک طرف تو آنحضرت ﷺ پر ایمان کے مدعی تھے اور اسلام کی حمایت کا دم بھرتے تھے اور دوسری طرف اسلام کے مخالفین کے ساتھ بھی ان کا ساز باز تھا۔ قرآن کریم نے جگہ جگہ ان کی اس روش کی طرف اشارے کیے ہیں۔

سورۃ النساء میں منافقین کی یہ روش بیان کی گئی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝ (النساء ۴: ۶۰۔۶۱)

ذرا ان لوگوں کو دیکھو جو مدعی ہیں کہ وہ اس چیز پر بھی ایمان لائے ہیں جو تم پر اتری ہے اور اس چیز پر بھی جو تم سے پہلے اتری ہے، یہ چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات فیصلہ کے لیے طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ ان کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس کا انکار کریں۔ شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بڑی ہی دور کی گمراہی میں پھینک دے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ نے اتاری ہے اور رسول کی طرف تو تم ان منافقین کو دیکھتے ہو کہ وہ طرح طرح سے گریز کی راہیں اختیار کرتے ہیں۔

یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ یہاں طاغوت سے مراد یہود کی عدالتیں ہیں چونکہ ان عدالتوں سے رشوت وغیرہ دے کر خلاف عدل و انصاف فیصلے کرانا بڑی آسانی سے ممکن تھا نیز علمائے یہود نے اپنی کتربیونت سے شریعت کے بہت سے احکام اپنی خواہشات کے مطابق کر دیے تھے اس وجہ سے منافقین اپنے بہت سے معاملات انہی کی

عدالتوں میں لے جانا چاہتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا کہ ایمان و اسلام کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ اپنے معاملات قرآن اور پیغمبر ﷺ کے سامنے پیش کریں تو وہ مختلف حیلوں حوالوں سے گریز اختیار کرنے کی کوشش کرتے۔

کفر واسلام دونوں سے رسم وراہ رکھنا شیطان کے نقش قدم کی پیروی ہے

وفاداری کی یہ تقسیم ایمان و اسلام کے منافی بلکہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے شرک ہے۔ یہیں سے شیطانوں کو انسانوں کو گمراہ کرنے کی جیسا کہ سورۂ النساء کی مذکورہ بالا آیات میں اشارہ ہے، نہایت کشادہ راہ مل جاتی ہے۔ اس وجہ سے قرآن کریم نے اس فتنہ کے دروازے کو بند کرنے کی ہدایت کی اور حکم دیا کہ سب کے سب بغیر کسی استثناء اور بغیر کسی تحفظ کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں داخل ہو جائیں۔ اطاعت کامل کا یہی راستہ امن و عدل کا راستہ ہے اور اسی راستہ پر چلنے والوں کے لیے فوز و فلاح ہے۔ جو لوگ اس سے ہٹ کر کوئی راہ نکالنا چاہتے ہیں اور بیک وقت کفر اور اسلام دونوں سے رسم و راہ رکھنے کے خواہشمند ہیں، وہ شیطان کے نقش قدم کی پیروی کر رہے ہیں اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، اس لیے کہ اس نے روزِ اوّل ہی سے اس کی راہ مارنے اور اس کو گمراہ کرنے کا کھلم کھلا الٹی میٹم دے رکھا ہے۔ (تدبر قرآن /۱)

ایمان لانے کے بعد بیچ کی کوئی راہ نہیں

حقیقت یہ ہے کہ یہاں کئی راستے نہیں ہیں کہ مومن ان میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب کرے یا ایک کو دوسرے کے ساتھ گڈ مڈ کرے۔ ہرگز نہیں جو شخص اپنے پورے وجود کے ساتھ سِلم (اللہ کی اطاعت) میں داخل ہوتا اور اپنے آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہنمائی اور اس کی شریعت کے خالصۃً حوالے نہیں کرتا اور دوسرے تصورات،

دوسرے نظاموں اور دوسرے قوانین سے الگ نہیں ہوتا، وہ شیطان کے راستے پر گامزن اور شیطان کے نقش قدم کا پیروہے۔

چنانچہ اہل ایمان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کریں۔ کیونکہ دو ہی راستے اور دو ہی رخ ہیں، یا سِلْم (اللہ کی اطاعت) میں پورے کا پورا داخل ہو جانا یا شیطان کے نقش قدم کی پیروی۔ یا ہدایت یا گمراہی یا اسلام یا جاہلیت۔ یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ یا شیطان کی راہ۔ یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رہنمائی یا شیطان کا بہکاوا۔ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ پوری قطعیت کے ساتھ اپنے موقف کو سمجھ لے اور کسی کھٹک کسی تردد اور مختلف راہوں کے درمیان حیران و سرگرداں ہوئے بغیر اپنے موقف۔۔۔ سِلْم میں پورے کے پورے داخل ہونے پر جمارہے۔(فی ظلال القرآن/ا)

راہِ حق سے ہٹنے کا خطرناک انجام

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں اگر ان کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پہ غالب اور حکیم و دانا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر سورج کی طرح روشن ہدایات و تنبیہات کے بعد بھی تم نے (خطابت منافقین سے بھی ہے،) اپنے ازلی اور کھلے دشمن ہی کے نقش قدم کی پیروی کی تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پکڑ سے تم کسی طرح نہیں بچ سکتے۔ وہ اللہ عزیز و حکیم ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت عزیز کے حوالہ سے دو حقیقتوں کی طرف اشارہ مقصود

ہے۔ ایک تو اس حقیقت کی طرف کہ وہ کوئی کمزور و ناتواں ہستی نہیں ہے بلکہ وہ غالب و توانا ہے، تو جو اس کی تنبیہات کے باوجود شیطان کی پیروی کریں گے ان کو وہ اس عذاب میں ضرور پکڑے گا جو شیطان کے پیرؤں کے لیے اس نے مقدر کر رکھا ہے اور جس کی اس نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔ دوسرا اس طرف کہ جو لوگ ان واضح ہدایات کے بعد بھی راہِ حق کو چھوڑ کر شیطان ہی کی پیروی اختیار کریں گے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑیں گے بلکہ اپنا ہی بگاڑیں گے اس لیے کہ وہ عزیز (غالب) ہے یعنی ہر نفع و نقصان سے بالاتر۔

اسی طرح حکیم کی صفت بھی یہاں دو حقیقتوں کو نمایاں کر رہی ہے۔ ایک تو یہ کہ اس دنیا کا خالق حکیم ہے اور اس کے حکیم ہونے کا یہی بدیہی تقاضا ہے کہ وہ اپنی ہدایت پر جمے رہنے والوں اور اس سے منحرف ہو جانے والوں کے درمیان ان کے انجام کے لحاظ سے امتیاز کرے، اگر وہ ان میں کوئی امتیاز نہ کرے بلکہ دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ حکیم نہیں ہے اور یہ دنیا ایک پر حکمت اور بامقصد کارخانہ نہیں ہے بلکہ کھیل تماشا ہے۔

''بینات'' سے مراد وہ تنبیہات و تہدیدات بھی ہیں جو شیطان کی چالوں اور اس کے فتنوں سے آگاہ کرنے کے لیے نہایت تفصیل کے ساتھ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں، اور وہ واضح اور قطعی ہدایات بھی جو ایمان و اسلام کے تقاضوں کو بیان کرنے کے لیے وارد ہوئی ہیں۔ (تدبر قرآن/۱)

کیا وہ اب فیصلے کے منتظر ہیں؟

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۲۱۰

کیا وہ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چتر لگائے، فرشتوں کے پرے

ساتھ لیے خود سامنے آموجود ہو اور فیصلہ ہی کر ڈالا جائے؟ آخر کار سارے معاملات پیش تو اللہ ہی کے حضور ہونے والے ہیں۔

اس کے بعد قرآن کریم ایک نئے اسلوب سے سِلم (اللہ کی اطاعت) میں داخل ہونے سے انحراف اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی کے ہولناک انجام سے آگاہ کرتا ہے اور اب حاضر کے بجائے غائب کا صیغہ اختیار کیا گیا ہے۔

''کیا یہ لوگ اب اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چتر لگائے ان کے سامنے نمودار ہو جائے اور قصہ تمام ہو جائے اور سب معاملات اللہ کی طرف رجوع ہونے والے ہیں''۔

یہ استفہام انکاری ہے۔ جو لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت سلم میں پورے کے پورے داخل ہونے سے ہچکچا رہے اور توقف و تردد میں مبتلا ہیں، یہ آخر کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ اس دعوت پر لبیک کہنے سے آخر کیا مانع ہے؟ وہ کس بات کے منتظر ہیں؟ کیا یہ اسی طرح تردد اور توقف کے موقف پر قائم رہیں گے یہاں تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بادلوں کا چتر لگائے اور اس کے فرشتے ان کے سامنے نمودار ہو جائیں؟ ۔۔۔ یا کیا ہو انتظار اور توقف و تردد میں مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ وہ خوفناک اور موعود دن آجائے جس کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اس دن بادلوں کا چتر لگائے نمودار ہو گا، فرشتے صف بہ صف حاضر ہوں گے، کوئی شخص بات نہ کر سکے گا بجز ان کے جنہیں اللہ رحمٰن ورحیم اجازت دے اور وہ ٹھیک بات کہے۔

اور اچانک ابھی ہم استفہام انکاری سے ــــــ جس پر خوفناک تہدید کی چھاپ ہے ــــــ دوچار ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ دن آگیا، ہر شے کا خاتمہ ہو گیا اور جس اچانک

پیش آنے والے حادثے کی قرآن خبر دے رہا تھا، وہ ان کے سامنے آ گیا۔

وَقُضِيَ الْاَمْرُ ''اور (سب) قصہ ختم ہو گیا۔ (یا ختم ہو جائے)''——

زمانہ کی بساط لپیٹ دی گئی۔ مہلت عمل ختم ہو گئی۔ نجات دشوار ہو گئی۔ اور وہ اللہ کے حضور، جس کی طرف—— اور تنہا اسی کی طرف ——سب معاملات رجوع کیے جاتے ہیں، رو در رو کھڑے ہیں۔

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ''اور (سب) معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کیے جائیں گے (یا رجوع کیے جا رہے ہیں)۔

قرآن کریم کا عجیب و غریب اسلوب، جو اسے تمام کلاموں سے جدا اور ممتاز کرتا ہے، یہ ہے کہ وہ یکا یک کسی منظر کو زندہ و حاضر کر کے بالکل سامنے لے آتا ہے اور قلوب اس کے سامنے اس طرح کھڑے ہوتے ہیں گویا وہ اسے دیکھ رہے، اس منظر میں ہونے والی باتوں کو سن رہے اور جو کچھ اس میں ہو رہا ہے، اس سے خود دو چار ہو رہے ہیں۔

(فی ظلال القرآن/۱)

دنیا کی آزمائش کی حقیقت

اس آیت کے الفاظ قابل غور ہیں۔ ان سے ایک اہم حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس دنیا میں انسان کی ساری آزمائش صرف اس بات کی ہے کہ وہ حقیقت کو بغیر دیکھے مانتا ہے یا نہیں اور ماننے کے بعد اتنی اخلاقی طاقت رکھتا ہے کہ نافرمانی کا اختیار رکھنے کے باوجود فرماں برداری اختیار کرے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیاءؑ کی بعثت میں ''کتابوں کی تنزیل میں، حتیٰ کہ معجزات تک میں عقل کے امتحان اور اخلاقی قوت کی آزمائش کا ضرور لحاظ رکھا ہے اور کبھی حقیقت کو اس طرح بے پردہ نہیں کر دیا کہ آدمی کے لیے مانے بغیر

چارہ نہ رہے کیونکہ اس کے بعد تو آزمائش بالکل بے معنی ہو جاتی ہے اور امتحان میں کامیابی و ناکامی کا کوئی مفہوم ہی باقی نہیں رہتا۔ اس بیان پر یہاں فرمایا جارہا ہے کہ اس وقت کا انتظار نہ کرو، جب اللہ اوراس کی سلطنت کے کارکن فرشتے خود سامنے آجائیں گے کیونکہ پھر تو فیصلہ ہی کرڈالا جائے گا۔ ایمان لانے اور اطاعت میں سر جھکادینے کی ساری قدروقیمت اسی وقت تک ہے، جب تک حقیقت تمہارے حواس سے پوشیدہ ہے اور تم محض دلیل سے اس کو تسلیم کرکے اپنی دانش مندی کا اور محض فہمائش سے اس کی پیروی واطاعت اختیار کرکے اپنی اخلاقی اطاعت کا ثبوت دیتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان لانے اور اطاعت قبول کرنے کی مہلت بس اسی وقت تک ہے جب تک پردہ کشائی کی وہ ساعت نہیں آتی۔ جب وہ ساعت آگئی تو پھر نہ مہلت ہے نہ آزمائش بلکہ وہ فیصلے کا وقت ہے۔ (تفہیم القرآن/۱)

مرتب: ڈاکٹر قاری محمد ضیاء الرحمٰن
اُردو ادارت: زبیر طارق
فیصل مسجد اسلامک سنٹر، دعوۃ اکیڈمی

کمپوزنگ، تزئین و آرائش:
محمد ظفر، محمد اعظم

جس شخص کا آج اس کے گذشتہ کل سے بہتر نہ ہو وہ خسارے میں ہے (حدیث نبوی ﷺ)

گھر بیٹھے اسلامی کورس کیجیے

(سرٹیفکیٹ کورس)

مطالعہ قرآن مجید کورس | مطالعہ حدیث کورس

مطالعہ اسلام کورس | گلدستہ کورس (بچوں کے لیے)

دعوۃ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد کے تمام کورس قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلکی اور گروہی اختلافات سے بالاتر ہو کر تیار کیے جاتے ہیں۔ تمام کورسوں کا دورانیہ ایک سال ہے۔ ایک وقت میں ایک سے زیادہ کورسوں میں داخلہ لیا جاسکتا ہے مطالعہ قرآن مجید' مطالعہ اسلام اور مطالعہ حدیث کورسوں میں خواتین وحضرات نوجوان اور بزرگ سب داخلہ لے سکتے ہیں۔ گلدستہ کورس بچوں اور نوجوانوں کے لیے ہے۔ بچوں کی تربیت کرنے والے اساتذہ بھی گلدستہ کورس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

داخلے کے لیے طریقہ کار

(1) داخلہ فارم منگوانے کے لیے سادہ کاغذ پر ہر کورس کے لیے الگ الگ درخواست ارسال کریں۔ پتہ اور ٹکٹ لگا ہوا جوابی لفافہ ساتھ بھیجیں۔

(2) ہر کورس کی مکمل فیس اندرون ملک مبلغ -/400 روپے اور بیرون ملک -/1500 روپے جبکہ گلدستہ کورس کی اندرون ملک فیس -/150 روپے ہے۔ داخلہ فیس کے علاوہ کوئی فیس وصول نہیں کی جاتی۔

(3) فیس بصورت پے آرڈر/ بنک ڈرافٹ/ پوسٹل آرڈر/ منی آرڈر بنام" اسسٹنٹ ڈائریکٹر اکاؤنٹس دعوۃ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد" ارسال کریں فیس دفتر میں آکر نقد بھی جمع کروائی جاسکتی ہے۔

نوٹ: جو حضرات مطالعہ حدیث کورس، مطالعہ اسلام کورس اور گلدستہ کورس کر چکے ہیں وہ درخواست ارسال نہ کریں۔
البتہ مطالعہ قرآن مجید کورس چونکہ مسلسل تفسیر پر مبنی ہے اس لیے سابقہ کورس کے شرکاء اگلے کورس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

مصباح الرحمن یوسفی
انچارج شعبہ اسلامی مراسلات' دعوۃ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
پوسٹ بکس نمبر 1485 (فیصل مسجد) اسلام آباد۔ ٹیلی فون نمبر 9261751-54/362 فیکس نمبر 9263442